سوال نمبر 2 (الف) (i) **مرزا صاحب کے مطالعے کا معمول:** مرزا صاحب گھنٹوں مطالعہ کرتے تھے۔ ان کے کتب خانے میں ہر علم کی کتاب موجود تھی۔ ملازمت درس و تدریس تھی اسی وجہ سے نئی نئی کتابیں پڑھتے رہتے۔

....

سوال نمبر 2 (الف) (ii) نئی نئی کتب کے مطالعہ کی وجہ: نئی نئی کتب کے مطالعے کی

وجہ مرزا صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔

"اگر میں اتنا مطالعہ نہ کروں تو ان انگریز
پروفیسروں کے آگے کیسے ٹھہر سکتا ہوں۔"

سوال نمبر 2 (الف) (iii)

کتب کا مطالعہ نہ کرنے کا نقصان: اگر مرزا صاحب کتب کا مطالعہ نہ کرتے تو وہ انگریز پروفیسروں کا مقابلہ نہ کر سکتے۔ یہی وجہ تھی کہ زیادہ مطالعہ مرزا صاحب کا شوق تھا۔

سوال نمبر 2 (الف) (iv) **پینشن کے زیادہ حصے کا خرچ :** مرزا صاحب پینشن کا زیادہ حصہ کتابیں خریدنے میں صرف کر دیتے تھے۔ کیونکہ آپ کو مطالعہ کرنے کا بہت شوق تھا۔

سوال نمبر 2 (الف) (۷) **مرزا صاحب کی زندگی:**

مصنف مرزا صاحب کی زندگی کے بارے میں بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی زندگی بڑی سیدھی سادی تھی۔ کروفر یا ٹھاٹ باٹ سے کبھی نہیں رہے۔ کھیل تماشے، سینما، تھیٹر کچھ نہیں دیکھتے تھے۔

....

سوال نمبر 2 (الف) (vi)

گھر کا آرام: گھر کا آرام میسر ہونے سے مراد یہ ہے کہ گھر میں بیوی، بچے نیک اور فرمانبردار ہوں اور گھر میں ہر طرح کی بنیادی سہولت بھی میسر ہو۔

سوال نمبر 2 (الف) (vii) **عبارت کا خلاصہ:** اس عبارت میں مرزا محمد سعید کی زندگی کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ مرزا صاحب کو مطالعے کا بہت شوق تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ اپنی پینشن کا زیادہ حصہ کتب کی خریداری پر صرف کر دیتے۔ مرزا صاحب نے نہایت سادہ زندگی بسر کی اور ان کو گھر کا آرام میسر تھا۔

....

سوال نمبر2 (الف)(viii)

سوال نمبر 2 (ب) (i) **شاعر کی ترغیب:** شاعر نے محبانِ وطن یعنی وطن سے محبت کرنے والوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے وطن کی تعمیر و ترقی میں حصہ ڈالیں۔ اور معاشرے کی طرف سے جو کام اور فرائض ان کے ذمہ ہیں، ان کو انجام دیں۔

....

سوال نمبر 2 (ب) (ii) **امانت دار:** کالی چٹانوں کے سلسلے بہت سی پرانی کہانیوں، داستانوں کے امانت دار ہیں۔

سوال نمبر 2 (ب) (iii) **کائنات کی تخلیق:** اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات اور اس میں موجود چرند، پرند، حیوانات، نباتات اور جمادات غرض کہ ہر چیز صرف "کُن" کہہ کر بنائی۔

سوال نمبر 2 (ب) (iv) **پھولوں کا رنگ ہنسی سے ملتے کا مفہوم:** اس شعر میں

شاعر اپنے محبوب کی ہنسی کو پھولوں تشبیہ دیتے ہوئے

کہتے ہیں کہ میرا محبوب جب ہنستا ہے تو وہ اتنا خوبصورت

لگتا ہے جیسے پھول کا رنگ اس کے چہرے جیسا ہو گیا

ہو۔ دراصل شاعر اپنے محبوب کے چہرے کی سرخی کو ظاہر

کرنا چاہتے ہیں۔

سوال نمبر 2(ب) (۷) **مدت سے یاد نہ آنا:** اس شعر میں شاعر اپنے محبوب سے مخاطب ہیں اور شاعر کو ایک مدت سے اپنے محبوب کی یاد نہیں آئی۔

سوال نمبر 2 (ج) (i) **صنعت تلمیح:** تلمیح کے لغوی معنی "اشارہ کرنا" کے ہیں۔ کلام میں ایسے لفظ یا الفاظ کے مجموعے کو استعمال کرنا جس سے کسی تاریخی، مذہبی یا سیاسی واقعے کی طرف دو سے تین الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہو۔ کلام میں کسی قرآنی آیت، حدیث کا حوالہ دینا بھی تلمیح ہی کی ذیل میں آتا ہے۔

مثال:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

اس شعر میں "آتشِ نمرود" بطور تلمیح استعمال کیا گیا ہے۔

سوال نمبر 2 (ج) (ii)

مہمان	فاعل	جملہ فعلیہ
نے	علامت فاعل	
کھانا	مفعول	
کھایا	فعل	

سوال نمبر 2(ج) (iii) **ظرف بول کر مظروف مراد لینا:** ظرف کا لفظ "برتن" کے لیے استعمال ہوتا ہے اور جو چیز برتن میں ہوتی ہے وہ "مظروف" کہلاتی ہے۔ جب ہم کسی برتن کا نام لے کر جو چیز برتن میں ہوتی ہے وہ مراد لیتے ہیں تو اسے ظرف بول کر مظروف کہتے ہیں۔

مثال:

"مہمانوں نے مشروب کی بوتلیں پی۔"

اس میں ہم ظرف بوتلیں کہہ کر مظروف یعنی مشروب کہہ رہے ہیں۔

....

سوال نمبر 2 (ج) (iv)

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 1)

حوالۂ متن:

سبق کا نام : نام دیو مالی

مصنف کا نام : ڈاکٹر مولوی عبدالحق

ماخذ : چند ہم عصر

صنف : خاکہ نگاری

حل لغت:

جاڑا	سردی
بیر	دشمنی
جلاپا	حسد

تشریح: تشریح طلب اقتباس ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے لکھا ہے اور یہ چند ہم عصر سے لیا گیا ہے۔ اس میں مصنف نام دیو (جو کہ ایک مالی تھا) کے کردار کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نام دیو ایک بہت ہی محنتی شخص تھا۔ جو کہ گرمی سردی اور دھوپ

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 2) بچھاؤں کی پرواہ کئے بغیر اپنے کام میں مشغول رہتا۔ نام دیو مقبرہ رابعہ درانی کے ناعقب باغ کا مالی تھا۔ اس کے ذہن میں کبھی یہ خیال نہ آتا کہ وہ بہت اچھا کام کرتا ہے۔ یا اس کا کام دوسروں سے بہتر ہے۔ اسی لیے اسے اپنے کام پر فخر نہ تھا۔ فخر ایک بدترین معاشرتی بیماری ہے۔ اس بارے میں مختلف احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

"لایدخل الجنۃ من فی قلبہ مثقال کبر"

"وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا
جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا۔"

یہ بیماری نام دیو میں موجود نہ تھی اور نہ ہی وہ ایسی باتیں جانتا تھا۔ اسے کسی سے دشمنی بھی نہ تھی اور نہ ہی وہ حاسد تھا۔ وہ سب کو اچھا سمجھتا تھا اور سب سے محبت کرتا تھا۔ وہ غریبوں کی بھرپور مدد کرتا، وقت پر کام آتا، آدمیوں جانوروں اور پودوں کی خدمت کرتا، لیکن اسے یہ بھی احساس نہ ہوتا کہ وہ کوئی نیکی کا کام کر رہا ہے۔ کیونکہ نیکی تب تک ہی نیکی رہتی ہے۔ جب اس کا احساس نہ ہو جب انسان کو یہ احساس ہونے لگے کہ اس نے کوئی نیکی کی ہے۔ تو اس کا دل اسے نیکی کے پرچار کی طرف آمادہ کرتا ہے۔ اور انسان ریاکاری کرنے لگتا ہے۔ اور یوں اسکی نیکی اس کے لیے وبال بن جاتی ہے۔

حوالۂ بند:

نظم کا نام : خطاب با جوانانِ اسلام

شاعر کا نام : علامہ محمد اقبال

حل لغت :

تدبر	سوچ بچار
گردوں	آسمان
دارا	مشہور ایرانی بادشاہ

مفہوم : کیا تو نے کبھی اپنے آباؤ اجداد کے بارے میں سوچا ہے کہ وہ کتنے عظیم لوگ تھے۔ تو اس قوم کا بیٹا ہے جس نے اپنے پیروں تلے دارا کا تاج یعنی حکمرانی کچل ڈالی۔

تشریح : تشریح طلب شعر میں علامہ محمد اقبال آج کل کے نوجوانوں کو مخاطب کر رہے ہیں۔ اقبال ہمارے قومی شاعر ہیں۔ انہیں "شاعرِ مشرق" بھی کہا جاتا ہے۔ اقبال ہمارے نوجوانوں سے سوال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیا تم نے کبھی سوچا بھی ہے کہ تمہارا تعلق کس عظیم قوم سے ہے؟ کیا تم نے کبھی اس بات پر غور و فکر کیا ہے کہ تمہارے آباؤ

سوال نمبر4 (صفحہ نمبر2) اجداد کتنے بہادر اور نڈر تھے۔ تم بھی ان ہی کی اولاد ہو۔ مگر تم ان سے بہت مختلف ہو۔ وہ اللہ کے قانون کے محافظ تھے جبکہ تم مغربی و تہذیب کے شوقین ہو۔ اور وہ اللہ کے دین کو پھیلانے والے تھے جب کہ تم اللہ کے احکامات سے آشنا ہی نہیں۔

تھے تو وہ آباء تمھارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

دوسرے شعر میں شاعر نے "تاج سر دارا" کی تلمیح استعمال کر کے آباء کی عظمت اور بہادری کو اجاگر کر رہے ہیں۔ دارا مشہور ایرانی بادشاہ تھا۔ جس کو ہمارے آباء نے شکست دی۔ اور اسکی حکومت کو اپنے پیروں تلے کچل ڈالا۔ مسلمانوں نے پوری شان و شوکت سے "ایک ہزار" سال تک حکومت کی۔ وہ نہ صرف دنیا پر بلکہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنے والے تھے۔ وہ ہمارے ہی آباء ہیں۔ انھوں نے اس دنیا کی تاریخ میں اپنا ایک مقام بنایا۔ وہ ہر طرح کے علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ خواہ وہ طب ہو یا ریاضی، معاشرتی علوم ہوں کا سائنسی۔ انہوں نے اپنے عمل کے ذریعے ہمیں راستے دیکھائے مگر ہم نے ان پر عمل نہیں کیا۔ آج اہل مغرب ہمارے آباء کے طریقوں کو اپنا کر ہم سے آگے ہیں۔

شریعت کے جو پیمان ہم نے توڑے
وہ لے جا کر سب اہل مغرب نے جوڑے

حوالۂ غزل : یہ ہمارے نصاب کی چوتھی غزل ہے

شاعرہ کا نام : ادا جعفری

رنگِ تغزل : ادا جعفری کا اسلوب بیان نہایت سادہ اور پر اثر ہے۔ وہ سادگی سے اپنے کلام میں جدت پیدا کر کے اپنی شاعری کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرتی ہیں۔

حل لغت :

لمحات مسرت	خوشی کے لمحات
تصور	سوچ
غم	پریشانی
آلام	مصیبت
شہر تمنا	خواہشوں کا شہر

مفہوم : تمھاری سوچ سے ہمارا وقت اچھا گزرتا ہے جب بھی تم کو یاد کرتی ہوں تو پریشانیاں اور غم ہی یاد آتے ہیں۔ تمھارا راستہ ہم ستاروں سے سجائیں گے۔ اگر تم صبح نہیں آسکتے تو شام کو ہی آجاؤ۔

تشریح : تشریح طلب شعر میں شاعرہ ادا جعفری اپنے محبوب کی منتظر نظر آتی ہیں۔ اگرچہ

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 2) شاعرہ کا محبوب ان پر ظلم و ستم کرتا ہے لیکن شاعرہ پھر بھی کہتی ہیں کہ اگرچہ جب بھی میں اپنے محبوب کو یاد کرتی ہوں تو مجھے غم اور تکلیف ہی یاد آتے ہیں۔ اور میرے محبوب نے مجھ پر ظلم کئے وہ میرے ذہن میں آجاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی محبوب کی سوچ اور اس کے ساتھ گزرے ہوئے لمحوں کے بارے سوچتی ہوں تو مجھے سکون اور خوشی محسوس ہوتی ہے۔ اگرچہ غم زندگی کے ساتھ ہیں۔ لیکن محبوب کی یاد ان غموں کو بھلانے میں دوا سا کام کرتی ہے۔ ویسے بھی یہ تو زندگی کی حقیقت ہے کہ غم ہر وقت انسان کے ساتھ ہی رہتے ہیں

ے ایک اور دریا کا سامنا تھا منیر مجھ کو
میں اک دریا کے پار پہنچا تو میں نے دیکھا

شاعرہ دوسرے شعر میں اپنے محبوب کو کہتی ہیں کہ ہم تمھاری راہیں ستاروں سے سجائیں گے تم ایک بار آ کر تو دیکھو۔ اس شعر میں شاعرہ دراصل اپنے محبوب سے درخواست کرتی ہیں کہ اگر تم مجھے صبح نہیں مل سکتے تو چلو شام کو ہی آجاؤ۔ اگر دن کو میرے لیے تمھارے پاس وقت نہیں تو میں شام میں تمھاری منتظر رہوں گی۔ شاعرہ دراصل اپنے محبوب سے ملنے کے لیے بے قرار نظر آ رہی ہیں۔ وہ اپنے محبوب سے بہت التجا کر رہی ہیں لیکن ان کا محبوب ان پر نظر کرم نہیں کر رہا۔

ے نہیں آتی جو یاد انکی مہینوں تک نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 1)

جھوٹ کی سزا (کہانی)

انسانی زندگی میں آئے روز ایسے حالات وواقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ جن پر غور کیا جائے تو انسان ان سے بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی گاؤں میں ایک گڈریا رہتا تھا۔ وہ صبح سے شام تک جنگل میں ہوتا اور اپنی بھیڑ بکریوں کو چراتا۔ ایک دن گڈرے کو ایک شرارت سوجھی وہ اونچی اونچی آواز میں "شیر آیا" "شیر آیا" چلانے لگا مگر اسے یہ علم نہ تھا کہ اس کی یہ حرکت دوسروں کے لیے کتنی پریشانی کا باعث بنے گی۔ اردگرد کھیتوں میں کام کرنے والے گڈرے کی آواز سن کر بھاگتے بھاگتے اس کے پاس آ پہنچے مگر جب وہ ادھر آئے تو انہوں نے کوئی شیر نہ دیکھا لوگوں نے پوچھا شیر کہاں ہے؟ گڈریا بولا "میں نے تو دل لگی کی تھی۔ اب گڈریا ہر روز یہی حرکت کر کے لوگوں کو پریشان کرتا۔ لوگ اسے بہت سمجھاتے۔ ایک دانا نے گڈرے کو مشورہ دیا کہ وہ ایسا نہ کرے اور کہا۔

"جھوٹ ایک گناہِ کبیرہ ہے"

اسکی سزا بہت بڑی ہوگی۔ مگر اس پر نصیحت کا کوئی

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 2) اثر نہ ہوتا۔ ایک دن خدا کی کرنی ایسی ہوئی
کہ سچ مچ وہاں پر شیر آ گیا۔ شیر نے بھیڑوں کا شکار
کیا۔ گڈریا اپنی بھیڑوں کو بچانے کے لیے لاٹھی لہراتا ہوا
آیا مگر شیر نے اس کو بھی ایک ہی جست میں ختم کر
دیا۔ گڈریے کو اس کے جھوٹ کی سزا مل چکی تھی
اور بھیڑیں مفت میں اپنی جانیں گنوا بیٹھی۔

نتیجہ: جھوٹ کا انجام برا ہوتا ہے۔
سچ نجات دیتا ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 1)

سائنس کے کرشمے

آنکھ جو دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

سائنس کسی بھی چیز کو حقیقت اور تجربات کی روشنی میں جانچنے اور پرکھنے کا نام ہے۔ انسان نے جب اس کائنات پر غور کیا تو اس کے سامنے عجیب و غریب حقائق آشکار ہوتی چلی گئی۔ انسان نے اپنے علم و تحقیق کو بروئے کار لاتے ہوئے بہت سی ایجادات کرلی۔ میدان طب میں ایسی بہت ساری ایجادات ہوئی جن کی مدد سے انسان بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہا۔ پہلے زمانے میں انسان طاعون، ہیضہ، ٹائیفائیڈ، تپ دق اور تپ محرقہ جیسی بیماریوں کے باعث موت کے منہ میں چلا جاتا تھا۔ مگر اب نہ صرف ان بیماریوں کے خلاف "ویکسین اور اینٹی بائیوٹکس" دریافت ہو چکی بلکہ ان میں سے اکثر بیماریاں مکمل طور پر ختم ہو چکی ہیں

چھوڑے نہ بندگی کہیں دامن خدائی کا
معراجِ ارتقاء بشر دیکھتا ہوں میں

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 2) سائنس اور ٹیکنالوجی نے انسان کو دوسری سہولیات مہیا کی ہیں۔ ان میں ریلوے، بس، گاڑیاں ہوائی جہاز، بحری جہاز شامل ہیں۔ ہوائی جہاز کے ذریعے انسان ہفتوں کا سفر دنوں، دنوں کا سفر گھنٹوں اور گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے کرنے لگا ہے۔

علم و گیان کی طاقتوں نے منہ موڑ دیا دریاؤں کا
انسان جو خاک کا پتلا تھا وہ حاکم بنا ہواؤں کا

آج انسان ایک ملک سے دوسرے ملک میں بیٹھے انسان سے نہ صرف بات چیت کر سکتا ہے بلکہ اسکی شکل بھی دیکھ سکتا ہے۔ عالمی رابطے کے نظام نے پوری دنیا کو "عالمگیر گاؤں" کی شکل دے دی ہے۔

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے

اگرچہ سائنس نے انسان کو بہت سہولیات میسر کی ہیں۔ مگر اس سب سے انسان میں سستی اور دیگر غیر اخلاقی بیماریاں جنم لے رہی ہیں انسان کے اندر سے محبت کا جذبہ ماند پڑ رہا ہے۔

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 3) آج اگر سائنس نے انسان کی جان بچانے کی
سعی کی ہے مگر وہی پر انسان کو موت / اجل میں پھانسنے
میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آج انسان نے ایسے ایٹم
بم ایجاد کر لیے ہیں جو ایک لمحے میں کائنات کو تباہ کر
سکتے ہیں۔ اگر ان کا استعمال ملک کے دفاع کے لیے ہو تو پھر
تو صحیح ہے مگر لیکن اس کا استعمال کسی ملک پر حملہ
ہو تو یہ بہت غلط بات ہے۔

ع بڑا غرور تھا مجھ کو سائنس کی ایجاد پر
آج وہی ایجاد کر رہی مجھ کو خود شکار